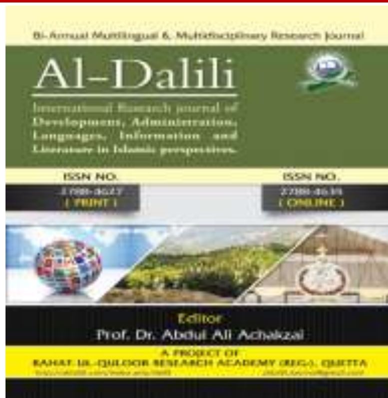
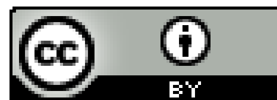






AL DALILI

Bi-Annual, Multilingual (Arabic, Balochi, Birahvi, English, Pashto, Persian,Urdu)
ISSN: 2788-4627 (Print), ISSN: 2788-4635 (online)
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.aldalili.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » IRI (AIOU), Tahqeeqat, Euro pub, MIAR.

TOPIC

لباس کے اصول وضوابط: ایک تحقیقی جائزہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

A Study of The Rules and Regulation of Dress in The Light of Islamic Teachings

AUTHORS

1. Maqsood ur Rehman, Research Scholar, Department of Qura'an and Sunnah, University of Karachi, Pakistan
   Email: maqsoodrehman125@gmail.com
2. Dr. Muhammad Naseer, Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Gomal University, Dera Ismaeel Khan, Pakistan

How to Cite: Maqsood ur Rehman, and Dr. Muhammad Naseer. 2022. "URDU: لباس کے اصول وضوابط ایک تحقیقی جائزہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں: A Study of The Rules and Regulation Dress in The Light of Islamic Teaching". *Al-Dalili* 3 (2):146-60.
https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/45.

URL: https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/45
Vol. 3, No.2 || January–June 2022 || URDU-Page. 146-160
Published online: 06-01-2022

QR. Code



لباس کے اصول وضوابط: ایک تحقیقی جائزہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

A Study of The Rules and Regulation of Dress in The Light of Islamic Teachings

[1]Maqsood ur Rehman, [2]Muhammad Naseer

ABSTRACT:

Cloth is a part of human nature. When prophet Adam (A.S) and Bibi Hawwa (A.S) ate from the prohibited tree so the first effect fell on cloths and they were put off. Prophet Adam (A.S) and Bibi Hawwa (A.S) covered themselves with the leaves of trees after being affected from nature. The Holy Quran describes this as; at last, they were attracted by cheating. As they tasted from that prohibited tree. So, they started feeling shame when watching their bodies. Now they have started to cover themselves from the leaves of Jannah trees. Man / human being after dismounting on the earth, firstly covered himself from the leaves of trees which is a proud of human being and human beauty is present in this. No animal has a sense to cover its body by now. If he/it covers his/its body so he/it becomes/seems bad /looks bad. Thus, this is a blessing of Allah (SWT) that he was given this sense to human being and also has bestowed the sense to wear better clothes. The starting of covering the human body by the leaves of trees. Today different types of beautiful clean and luxurious are used to cover that body. The pure shariyah has made some principles and ways keeping in view the beauty. Grace, dignity, body covering and preaching Haya. So that the dress would become a source thanks giving to Allah (SWT) and his guidance.

Key Words: Cloth, prophet Adam (A.S), Bibi Hawwa (A.S), Jannah, beauty. Grace, dignity, dress.

لباس انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ حضرت آدم اور حضرت حوّا علیہما السلام نے جب جنت میں شجرِ ممنوعہ کھایا تھا تو اس کا سب سے پہلا اثر لباس پر پڑا تھا۔ اور وہ اتر گیا، حضرت آدم اور حضرت حوّا علیہما السلام نے فطری حیاء سے مغلوب ہو کر درخت کے پتوں سے خود کو ڈھانپ لیا تھا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں آیا ہے۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ [1]

ترجمہ: دھوکے سے انہیں مائل کر ہی لیا، جوں ہی انہوں نے اس درخت کو چکھا، ان کی شرمگاہیں ان پر کھل گئیں، اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے۔

خدا کی زمین پر اترنے کے بعد ابتدا میں انسان نے پتوں سے اپنا جسم ڈھانپا یہ انسان کا امتیاز ہے۔ اس کی خوبصورتی اسی میں پنہاں ہے۔ کسی جانور کو آج تک جسم ڈھانپنے کا شعور نہیں آیا۔ اگر اسے ڈھانپ دیا جائے تو انتہائی بھدا لگتا ہے۔ پس یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے انسان کو یہ شعور دیا ہے اور بہتر سے بہتر لباس پہننے کا شعور بھی بخشا ہے۔ جس جسم کے ڈھانپنے کی ابتدا درخت کے پتوں سے ہوئی تھی آج اسے ڈھانپنے کے لیے مختلف قسم کے نفیس، عمدہ ,باس استعمال ہو رہے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے انسانی لباس کے اصل مقاصد ستر پوشی اور حیاء کا

فروغ، خوبصورتی اور وقار کو سامنے رکھتے ہوئے چند ضابطے اور اصول مقرر فرمائے ہیں تاکہ یہ لباس خدا کی اطاعت اور اظہارِ تشکر کا ذریعہ بنے۔

پہلا اصول: لباس کا مقصد اصلی یعنی ستر پوشی کا تحقق:

شرعی لباس ہونے کی پہلی شرط اور پہلا اصول یہ ہے کہ جس مقصد و غرض سے لباس اختیار کیا جائے اس لباس کے ذریعے مقصد و اغراض کا پورا پورا تحقق ہو۔ قرآن کریم کی آیت (یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا)[2] کے ذریعے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ لباس کا پہلا بنیادی اور اساسی مقصد "ستر عورت" ہے اور دوسرا مقصد وریشا یعنی زینت و تجمل کا حصول ہے، ان دونوں مقصد کو یہاں الگ الگ دو اصولوں کے ماتحت ذکر کیا جاتا ہے۔

ستر پوشی یا ستر عورت تو فرض عین ہے، ایمان کے بعد سب سے پہلے اسی ستر عورت کا فریضہ انسان پر عائد ہوتا ہے اور نماز کے اندر ستر کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے تو نماز بھی بالاتفاق فاسد ہو جاتی ہے، جس کی دلیل قرآن کریم کی آیت (خذوا زینتکم عند کل مسجد) ہے[3]۔

بہر حال ستر عورت بحالت نماز اور نماز کے علاوہ ہر حال میں فرض عین ہے اور یہی ایک چیز انسان اور حیوان میں مابہ الامتیاز ہے لہذا جو لباس اس مقصد اساسی ہی کو پورا نہ کرے تو شریعت کی نگاہ میں وہ لباس کہنے کے قابل ہی نہیں، امام ابن جریر الطبری آیت بالا کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "فعلم منه أن ستر العورة أول الفرض لبنی آدم سواء کان فی الصلاۃ أوغیرها حتی لو صلی فی الخلوۃ عریانا ولو فی بیت مظلم ولو ثوب طاہر لا یجوز إجماعاً"۔[4]

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ ستر عورت نوع بنی آدم کا پہلا فریضہ ہے خواہ وہ حالت نماز میں ہو یا غیر نماز یہاں تک کے اگر کوئی تنہائی میں ننگا ہو کر نماز پڑھے سخت اندھیری رات ہی میں سہی جب کہ اس کے پاس پاک کپڑا موجود ہو تو اس نماز کی عدم صحت پر اجماع ہے۔

تین قسم کے لباس ستر عورت کا مقصد پورا کرنے سے قاصر ہیں:

پہلی قسم: وہ لباس جو کمیت کے طور پر ناقص ہے، پہننے کے باوجود ستر کا کچھ حصہ کھلا جاتا ہے، خواہ وہ مرد کا ستر ہو یا عورت کا یہ لباس بنام ننگا پن ہے جس کا استعمال شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔

دوسری قسم: جو لباس کمیت کے اعتبار سے تو ساتر عورت ہے مکمل حصہ ستر کو چھپالیتا ہے مگر کیفیت کے اعتبار سے وہ لباس اتنا باریک ہے، کہ اس سے دوسروں کے سامنے بدن جھلکتا رہتا ہے، یہ بھی لباس کا مقصد پورا کرنے سے عاجز ہے، یہ بھی شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے۔

تیسری قسم: جو لباس اتنا چست ہو اور جسم سے چپکا ہوا ہو، لباس پہننے کے باوجود جسم کی بناوٹ اور جسم کا ابھار آتا ہو تو یہ بھی مقصد اصلی پورا کرنے سے قاصر ہے شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مرد کے لیے ناف سے گھٹنوں تک (گھٹنوں پورا ستر میں داخل ہے) کا حصہ ایسے کپڑے میں چھپانا ضروری ہے، جو اتنا موٹا ہو کہ اندر سے جسم نہ جھلکے، اور وہ اتنا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ اندر کے اعضاء نمایاں نہ ہوں، اور اتنا مکمل ہو کہ ستر کا کوئی حصہ کھلا نہ رہ جائے صرف ان شروط کی موجودگی میں "یواری سوآتکم" یعنی ستر عورت والا فریضہ ادا ہو گا، ٹھیک اسی طرح یہ تین شرطیں عورتوں کے لباس میں بھی ہونا بے حد ضروری ہے تب ہی وہ لباس شرعی شمار ہو گا، ان تین شرطوں کا ذکر ایک حدیث رسول میں یوں مذکور ہے:

"ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات روسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وإن ريحها لتوجد من مسيرة كذا وكذا"۔[5]

ترجمہ: عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی، ان کے سروں کے بال ایسے ہوں گے جیسے بختی اونٹ کے کوہان ہوتے ہیں۔

دوسرا اصول: زینت وحسن ہیئت کا تحقق ہونا:

اوپر گزر چکا ہے قرآن کریم کی آیت (وانزلنا عليكم لباسا يوارى سوآتكم وريشا) میں مقصد لباس کی صراحت ہے، اور اس آیت میں "وریشا" کے لفظ سے مقصد ثانی یعنی زینت اور خوبصورتی اور حسن ہیئت وغیرہ مراد ہے، اس زینت کے حصول کا حکم آیت مذکورہ کے علاوہ ذیل کی آیتوں میں بھی مذکور ہے یعنی (قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده والطيبات من الرزق)[6] اور آیت (خذو زينتكم عند كل مسجد) ان دونوں آیتوں میں "زینۃ" سے مراد لباس زینت اور تجمل اور خوبصورتی ہے۔

ان آیت کریمہ کی تفسیر اوپر "قرآن کی روشنی میں لباس" کے عنوان سے گذر چکی ہے، یعنی لباس بقدر ستر عورت تو فرض ہے، مگر حالت نماز اور طواف اور مساجد میں جاتے وقت صرف اسی قدر لباس کافی نہیں بلکہ بقیہ جسم کو چھپانے والا لباس بھی اپنانا ضروری ہے، ورنہ پھر نماز مکروہ تحریمہ ہو جائیگی اور لوگوں کے سامنے انسان بدہیئت لباس میں پیش ہونے سے اس کا وقار واحترام ختم ہو جائے گا۔

عن أبي الأحوص عن أبيه قال: "دخلت على النبى صلى الله عليه وسلم فرآني سيئ الهيءة، فقال: ألك من شيء؟ قلت: نعم من كل المال آتاني الله تعالىٰ، فقال: إذا كان لك مال فلير عليك أثره"۔[7]

اور امام ابوداؤد اپنی سنن میں اس حدیث کو یوں نقل کرتے ہیں:

فقال صلى الله عليه وسلم: ألك مال؟ قال: نعم، قال: من أى المال؟ قال: قد آتاني الله من الإبل، والغنم، والخيل، والرقيق. قال: فإذا أتاك الله مالا فلير أثر نعمة الله عليك وكرامته۔[8]

یعنی ایک صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے دکھا کہ وہ صاحب بہت بدہیئت قسم کا پرانا لباس پہنے ہوئے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب سے پوچھا تمہارے پاس مال ہے اس نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرے پاس کس قسم کا مال ہے؟ اس نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کا مال عطا فرمایا ہے، یعنی اونٹ، بکریاں، گھوڑے، اور غلام سب ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ نے تمہیں مال دیا ہے تو اس کے انعامات کا کچھ اثر تمہارے لباس پر بھی ظاہر ہونا چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال دار کو اچھے لباس پہننا چاہیے، جو شخص استطاعت رکھتا ہو آمدنی اچھی ہو، اس کا خراب گھٹیا لباس پہننا کوئی پسندیدہ بات نہیں۔

ایک اشکال وجواب:

بعض لوگ اس حدیث کو مشہور حدیث "البذاذه من الإيمان" (معمولی اور گھٹیا قسم کی ہیئت اختیار کرنا یہ ایمان کی علامت ہے) کے معارض سمجھتے ہیں کہ عمدہ فاخرہ لباس انسان کیلئے آخرت کی فکر سے بے نیازی کی علامت سمجھی جاتی ہے، پھر وہ پسندیدہ لباس کیسے شمار ہو گا۔

حضرت الشاہ ولی اللہ الدہلوی نے حجۃ اللہ البالغۃ میں اس کا جواب یوں دیا ہے:

"لا اختلاف بین قوله صلى الله عليه وسلم إن البذاذة من الإيمان" وبین قوله صلى الله عليه وسلم: "إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده"؛ لأن هناك شيئين مختلفين في الحقيقة، قد يشتبهان بادي النظر، أحدهما مطلوب والآخر مذموم. فالمطلوب ترك الشح (ويختلف باختلاف طبقات الناس فالذي هو في الملوك شح، ربما يكون إسرافا في حق الفقير) واختيار النظافة ومحاسن العادات، والمذموم الامعان في التكلف والمرآت والتفاخر بالثياب وكسر قلوب الفقراء وفي ألفاظ الحديث إشارات إلى هذه المعاني كما لا يخفى"۔[9]

یعنی دونوں حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ اس میں دو چیزیں حقیقت میں مختلف ہیں، بادی النظر میں دونوں ایک جیسے ہیں، ایک اس میں مطلوب شریعت ہے، دوسری چیز شریعت کی نگاہ میں مذموم ہے، (اور یہ بخل انسان کی حالات کے پیش نظر مختلف ہوتا ہے کسی رئیس اور امیر آدمی کے لیے جو لباس وہیئت بخل شمار ہوتا ہے وہی لباس مسکین اور فقیر کے حق میں اسراف ہو جاتا ہے، (اور مطلوب چیز) صفائی ستھرائی اچھی ہیئت اور عادات کا اختیار کرنا ہے اور مذموم چیز تکلف سے کام لینا ہے، اپنے کو غیر کے سامنے بڑے اچھے دکھانا اور فخریہ و تکبر یہ لباس جس سے فقراء کی دل شکنی ہو ایسی ہیئت اختیار کرنا ہے، اور مذموم احادیث سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے، (یعنی البذاذۃ من الإیمان مذموم ہیئت اور وضع لباس ترک کرنا ہے، "وإن الله يحب أن يرى أثر نعمته" سے مطلوب چیزیں حاصل کرنا ہے۔

لباس کب اسراف میں داخل ہوتا ہے؟

بعض اوقات انسان کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مالی استطاعت ہوتے ہوئے کوئی عمدہ قیمتی لباس اگر پہن لیا جائے تو یہ اسراف میں داخل نہیں ہو گا؟ اگر وہ اسراف میں داخل ہے تو پھر لباس زینت کا معیار کیا ہونا چاہیے کس حد تک معمولی اور غیر معمولی لباس زینت میں داخل ہے اور کس حد میں پہنچ کر وہ اسراف میں داخل ہو کر ممنوع اور ناجائز ہو جائے گا؟

اس شبہ کا جواب حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تحقیق سے ملتا ہے، فرمایا کہ انسان کی ضروریات اور حاجات کے پانچ مرحلے ہیں: پہلا مرحلہ انسان کی ضرورت کا وہ ہے جس کو "ضرورۃ" سے تعبیر کرتے ہیں، جو انسان کی لوازم زندگی سے وابسطہ ہے، اس کے نہ ہونے سے ضرر لاحق ہو کر زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے، مثلاً بقدر کفایت طعام ولباس وغیرہ۔ دوسرا مرحلہ جس کو حاجت کہا جاتا ہے، جس کے نہ ہونے سے ویسا ضرر تو لاحق نہیں ہوتا، جو ضرورت کی تشریح میں گزرا مگر وہ نہ ہونے سے زندگی بسر کرنا مشکل ہو جاتا ہے، جیسے بقدر کفایت سے زائد مگر حاجات میں کام آنے والی چیزیں۔ تیسرا مرحلہ ہے جس کو آسائش کہا جاتا ہے، جو زندگی بسر کرنے کے لیے ضرورت اور حاجت کے درجیمیں تو نہیں البتہ اس کے وجود سے انسان کو آرام اور راحت ملتی ہے۔ چوتھا مرحلہ آرائش و زیبائش کا جو صرف زیب و زینت کے لیے استعمال کیا جائے اور مقصد اس کا اپنے دل کو خوش کرنا ہے، یا اپنی اولاد، بیوی یا عزیز و اقارب کی دلجوئی کے لیے ہوتا ہے۔ پانچواں مرحلہ جس کو نمائش کہا جاتا ہے جو ان چار مراحل سے زائد ہے، یعنی ضرورت و حاجت اور آرائش سے زائد ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے استعمال کا مقصد فخر نمود اور دکھلاوا ہوتا ہے۔

ان پانچ مراحل میں سے ضرورت کی اشیاء اپنانا فرض ہے، اور حاجت اور آسائش وزیبائش و آرائش کی اشیاء جائز ہے جو کبھی واجب

اور کبھی مستحب و مندوب اور کبھی صرف مباح کا حکم رکھتا ہے اور نمائش کی اشیاء کا استعمال حرام اور مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس ضابطے اور معیار کی روشنی میں لباس کے بارے میں علامہ مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ لباس ایسا ہونا چاہیے جو ساتر ہو اور ساتر ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے جسم کو راحت پہنچانا بھی مقصود ہو یعنی آسائش کے مقصد سے لباس پہننا مثلاً باریک پائجامہ اور لباس پہن لیا تو یہ شرعاً جائز ہے، اسی طرح اپنے دل کو خوش کرنے کے لیے زیبائش و آرائش کا لباس پہننا بھی جائز ہے، مثلاً ایک کپڑا دس روپے گز ہے تو دوسرا پندرہ روپے گز مل رہا ہے اب اگر کوئی بندہ پندرہ روپے والا اس مقصد سے خریدے کہ اس کے ذریعے جسم کو راحت ملے گی یا اس وجہ سے کہ یہ کپڑا بہت پسندیدہ اور اچھا لگتا ہے اس میں دل خوش ہو گا اور اس میں اتنی وسعت بھی ہے، کہ پندرہ روپے والا کپڑا پہن سکے تو یہ جائز ہے، اسراف میں داخل نہیں ہو گا، اس کے استعمال سے گناہ بھی نہیں ہو گا۔ (یہی مطلب ہے اس حدیث کا جو اوپر گزری کہ "إن اللّٰہ یحب أن یریٰ أثر نعمتہ علیہ". واللہ اعلم۔

نمائش والے لباس کا حکم:

لیکن اگر لباس پہننے کا مقصد نہ ہو تو آسائش ہے اور نہ آرائش و زیبائش بلکہ نمائش اور دکھاوا مقصود ہے (لوگ دیکھیں کہ ہم نے اتنا شاندار کپڑا پہنا ہوا ہے، ہم بڑے مالدار دولت مند ہیں) اور اس سے دوسروں پر بڑھائی جمانا اور رعب جمانا مقصود ہے تو یہ سب نمائش میں داخل ہے اور شرعاً حرام ہے۔ ایک بات یاد رہے کہ زیبائش اور نمائش ایک جائز اور دوسرا حرام یہ دونوں فعل قلب کی قبیل سے ہیں، دونوں میں فرق صرف نیت سے ہوتا ہے، اور یہ فیصلہ کرنا کہ کون سی چیز زیبائش ہے اور کون سی چیز نمائش یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں، خوب یاد رکھئے اس مقصد کے لیے کسی مصلح اور رہنما کی شدید ضرورت پڑتی ہے، نمائش اور زیبائش کے مابین یہ باریک فرق دنیا کے جتنے کام ہیں چاہے وہ لباس ہو یا کھانا ہو یا مکان ہو ان سب میں یہ اصل کارگر ثابت ہو گی، جو حضرت تھانوی رحمہ نے بیان فرمادیا: یہ بڑا ازرین اصول ہے۔

مذکورہ اصول کی روشنی میں لباس کے مسائل و احکام اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت یعنی "کل مٰاشت والبس ماشئت ما اخطئمتک اثنتان سرف ومخیلۃ" کا مدلول بھی سمجھنا آسان ہو جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح کا کپڑا چاہو پہنو، تمہارے لیے یہ جائز ہے، لیکن اسراف نہ ہو، اور اسراف اسی وقت ہوتا ہے، جب آدمی نمائش کے لیے کپڑا پہنتا ہے، ضرورت، حاجت، آسائش وزیبائش کی حد تک سب مشروع ہیں، اس میں کچھ فرض ہے کچھ واجب اور کچھ مستحب یا مباح ہے، بشرطیکہ نمائش کی حد تک نہ پہنچے اگ نمائش کی حد تک پہنچ گیا تو سمجھ لو کہ اسراف ہو گیا، تو ساری چیز ناجائز اور حرام ہو گئی۔ لہٰذا لباس کا دوسرا اصول زینۃ ہے اور لباس زینت کی مخصوص حدود اور قیود ہیں بس ان حدود اور قیود کے اندر رہ کر جتنی زینت حاصل کی جاسکے اس کو اختیار کرنا جائز اور مندوب ہے، لیکن اگر ان حدود و قیود سے باہر نکل کر زینت اختیار کی جائے تو یہ حرام اور ناجائز ہو گی۔

تیسرا اصول: تشبہ اور مشابہت سے پرہیز کرنا:

شرعی لباس کا تیسرا اصول یہ ہے کہ تشبہ اور مشابہت سے بچ کر لباس استعمال کیا جائے ایسا لباس پہننا جس سے انسان کسی قوم کا فرد نظر آئے اور اس مقصد اور نیت سے بھی نہ پہنے کہ وہ ان جیسا نظر آوے، تشبہ تو یہ ہے کہ کسی غیر مسلم قوم کی نقالی کی نیت سے کوئی لباس اختیار کرے، اس سے قطع نظر کہ وہ لباس پسندیدہ ہے کہ نہیں، اچھا ہے یا برا، لیکن چونکہ فلاں قوم کی نقالی کرنی ہے اس نقالی کی نیت سے لباس اختیار

کیا جا رہا ہے، اس کو شریعت کی اصطلاح میں تشبہ کہا جاتا ہے،، جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"من تشبہ بقوم فھو منھم "[10]یعنی جو کوئی کسی قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرے،(اس کی نقالی کرے یا ان جیسا بننے کی کوشش کرے)تو وہ انہیں میں سے شمار ہے، اس ارشاد نبوی کا مطلب یہ نکلا کہ تشبہ کے ذریعہ وہ مسلم قوم سے خارج ہو کر اس غیر قوم کا ایک فرد بن گیا، جس کی نقالی کی جا رہی ہے۔

تشبّہ کی حقیقت:

عصر حاضر کے شیخ الاسلام علامہ مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں "تشبہ کے بارے میں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ تشبہ کب پیدا ہوتا ہے، اور کب اس کی ممانعت آتی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی ایسے کام میں دوسری قوم کی نقالی کرنا جو کام فی نفسہ (شریعت کے نقطہ نظر سے) ممنوع ہے اور اصول شریعت کے بھی خلاف ہے اس قسم کے لباس میں نقالی تو حرام ہی ہے دوسری یہ کہ وہ کام (شریعت کی روسے ہے تو جائز اور مباح لہذا) فی نفسہ تو برا نہیں بلکہ مباح ہے لیکن یہ شخص اس غرض سے وہ کام (یا لباس اختیار) کر رہا ہے کہ میں ان جیسا نظر آؤں اور دیکھنے میں ان جیسا لگوں اور اہتمام کر کے ان جیسا بننے کی کوشش کر رہا ہے، اس صورت میں وہ مباح کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔

گلے میں زنار ڈالنا:

یہ ہندو لوگ اپنے گلے میں ڈالا کرتے ہیں دراصل یہ ایک قسم کا ہار ہی ہوتا ہے، کوئی مسلمان ویسے اتفاقاً اسے ڈالے تو کوئی گناہ نہیں بلکہ جائز اور مباح ہے، لیکن کوئی شخص اس مقصد کے لیے ڈال رہا ہے، کہ وہ ان جیسا نظر آئے تو یہ ہندوانی عادت کی نقالی ہے، جو ناجائز اور حرام اور تشبہ میں داخل ہے۔

ماتھے پر قشقہ لگانا:

یہ بھی ہندو عورتوں کی عادت ہے، اپنے ماتھے پر سرخ قشقہ لگاتی ہیں، اگر بالفرض یہ ہندو عورتوں میں اس کا رواج نہ ہوتا اور کوئی مسلمان عورت خوبصورتی اور زینت کے لیے قشقہ لگاتی تو یہ کام فی نفسہ مباح تھا، لیکن اب اگر کوئی مسلم عورت قشقہ لگاتی رہی ہے اس مقصد سے تاکہ اس کو ان کا فیشن اختیار کرنا ہے اور ان جیسی نظر آنی ہے تو اس صورت میں یہ حرام اور ناجائز شمار ہوگا، لہذا مسلمان خواتین کا اپنے ماتھے پر قشقہ لگانا تشبہ میں داخل ہو کر حرام و ناجائز ہوگا وجہ اس کی وہی ہے کہ ہندوؤں کی نقالی مقصود ہے۔[11]

دوسری قوم کا شعار بنجانے والا لباس ناجائز ہے:

مندرجہ بالا حقیقت تشبہ کی بناء پر یہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ جو لباس کسی بھی قوم کا شعار اور ان کی امتیازی علامت بن چکا ہے نقالی کی غرض سے ایسا لباس منتخب کرنا حرام اور ناجائز ہوگا اور تشبہ کی حقیقت اسی میں پائی جائے گی۔ کوٹ پتلون پہننا دو وجہ سے فی نفسہ ناجائز ہے۔ ہمارے دیار میں مسلمانوں کے اندر کوٹ پتلون پہننے کا رواج چل پڑا ہے اس کا شرعی حکم مذکورہ بالا اصول سے نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ کوٹ پتلون میں بعض چیزیں تو فی نفسہ بھی ناجائز ہیں، چاہے اس میں تشبہ پایا جائے یا نہ پایا جائے، مثلاً: ایک خرابی تو یہ ہے مروجہ پتلون ٹخنوں سے نیچے پہنی جاتی ہے اور کوئی بھی لباس مردوں کے لیے ٹخنوں سے نیچے پہنا جائز نہیں ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ مروجہ پتلون ایسی چست اور تنگ ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے قابل مستور اعضاء نمایاں ہوتے ہیں، اس صورت میں ایسے پیتلون سے لباس کا بنیادی مقصد یعنی ستر پوشی کا تحقق ہی نہ ہوگا، لہذا وہ لباس شرعی کے دائرے میں داخل نہیں ہوگا، ان دو خرابیوں کی وجہ سے پتلون پہننا جائز نہیں۔

ہاں کوئی مسلمان اگر اس بات کا خوب اہتمام کرے کہ وہ پتلون چست بھی نہ ہو بلکہ ڈھیلی ڈھالی ہو اور وہ پتلون ٹخنوں سے نیچے ہر گز نہ ہو بلکہ فوق الکعبین ہو تو اس کا پہننا فی نفسہ ناجائز نہیں کہلائے گا، مگر اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ فی نفسیہ خرابیاں سے تو وہ پتلون پاک ہے مگر پہننا اس لیے ہے کہ وہ انگریز جیسا نظر آوے اور کوٹ پتلون پہن کر وہ انگریزوں کی نقالی کرے، تو اس جیسا پتلون پہننا بھی شرعاً "تشبہ" کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہو گا۔ دوسری صورت: یہ ہے کہ نہ فی نفسہ خرابیاں اس میں موجود ہیں اور نہ نقالی اس کا مقصود ہے تو ایسی صورت میں مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اس کو پہننا حرام تو نہیں کہا جائے گا، لیکن فی نفسہ اس پتلون کا پہننا اچھا نہیں ہے، اور یہ کراہت سے خالی نہیں۔

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس آخری صورت میں کراہت ہونے کی وجہ کیا ہے اس میں تو پتلون چست بھی نہیں کہ ستر عورت کا مقصد حاصل نہ ہو سکے، اور ٹخنوں کے نیچے بھی نہیں کہ شرعی ممانعت میں اخل ہو کر ناجائز کہا جاسکے اور نہ اس کا مقصد دوسری قوم کی نقالی ہے جسے تشبہ کہا جائے؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں ایک تشبہ اور دوسری چیز مشابہت، شریعت کی رو سے دونوں چیزیں الگ الگ ہیں اور حکم بھی الگ الگ ہے، تشبہ کا معنی ہے کہ آدمی بالقصد والا اختیار کسی قوم کی نقالی کرے جس کی تفصیل اوپر گزری ہے، مگر مشابہت کا مطلب یہ ہے کہ نقالی کا کوئی ارادہ تو نہیں کیا، لیکن اس عمل یا اس جیسے لباس سے مشابہت خود بخود پیدا ہو گئی، اور یہ مشابہت اگرچہ شرعاً حرام نہیں اور "من تشبہ بقوم فہو منھم" کے اندر داخل بھی نہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاضرورت مشابہت پیدا ہونے والی چیز، کام، لباس سے بھی بچنے کی تاکید فرمائی ہے، جس سے مشابہت بھی ممنوع، مکروہ ثابت ہوتا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ مسلمان ایک ممتاز قوم ہے تمام اقوام عالم سے اللہ تعالیٰ نے مسلمان قوم کو ممتاز بنایا اور اپنے گروہ میں شامل فرما کر "حزب اللہ" نام سے موسوم کیا قرآن کریم کا ارشاد ہے: (ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن)[12]

دو جماعتیں ہیں ایک مؤمن ایک کافر لہذا مؤمن کا بھی کبھی کافر کے ساتھ اختلاط نہ ہونا چاہیے اب اگر مسلمان دوسروں کا طریقہ اختیار کرلے خواہ "تشبہ" کی صورت میں ہو یا "مشابہت" کی صورت میں تو اس کے نتیجے میں وہ امتیازی حیثیت مٹ جائے گی، مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز کرنے کی کوئی سبیل اور کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ یعنی مشرکین کے طریقوں کی مخالفت کرو، انہوں نے جیسے طریقے اختیار کیے ہیں ان سے الگ اپنا طریقہ اختیار کرو۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ''فرق ما بینا وبین المشرکین العمائم علی القلانس''۔[13]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ پہننا ہے، مشرکین عمامے کے نیچے ٹوپیاں نہیں پہنتے ہیں، تم ان مخالفت کرو اور عمامے کے نیچے ضرور ٹوپی بھی پہنا کرو، دیکھئے ذرا سی مشابہت سے بچنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹوپی کے اوپر عمامہ پہنو، تاکہ اشتباہ لازم نہ آئے بلاوجہ کسی دوسری قوم کی مشابہت اختیار کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ قال: ''لما صام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم عاشوراء وأمر بصیامۃ قالوا: یا رسول اللّٰہ! إنہ یوم تعظمہ الیھود والنصاری. فقال: إذا کان العام المقبل إن شاء اللّٰہ صمنا الیوم التاسع''[14]۔ وفي لفظ قال: لئن بقیت إلی قابل لأصوم التاسع''۔[15]

حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو صوم عاشورہ کا حکم فرمایا تو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ یہ وہ دن ہے جس میں یہود ونصاریٰ تعظیماً روزہ رکھا کرتے تھے جواب میں ارشاد فرمایا آئندہ سال یہ دن آئے گا...... ان شاء اللہ محرم کے دسویں دن (عاشورہ) کے ساتھ نویں دن کا بھی روزہ رکھیں گے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر آئیندہ سال تک میں زندہ رہا تو ضرور نو تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے، (تاکہ یہود ونصاری سے مشابہت تک پیدا نہ ہونے پائے)۔ یہاں یہ ظاہر ہے اگر مسلمان عاشورہ کے دن روزہ رکھیں گے تو وہ یہود ونصاری کی اتباع اور نقالی میں تو نہیں رکھیں گے، لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر آئندہ سال میں زندہ رہو تو عاشورہ کے ساتھ ایک روزہ ملا کر رکھوں گا، تاکہ یہودوں کے ساتھ مشابہت پیدا نہ ہو، دیکھ لیں روزے جیسی عبادت میں بھی حضور ﷺ نے مشابہت پیدا ہونے کو پسند نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ تشبہ تو حرام ہے، لیکن مشابہت بھی کراہت سے خالی نہیں۔ حضور ﷺ نے اس سے بھی بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ لباس شرعی کا تیسرا اصول یہ ہے کہ تشبہ سے مکمل احتراز کریں یہ ناجائز اور حرام ہے، اور تشبہ کا مطلب بالقصد والارادہ کسی دوسری قوم کی نقالی کرنا ہے، اور مشابہت سے بھی حتی المقدور اجتناب کرنا ضروری ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ نقالی کا ارادہ تو نہیں لیکن لباس پہننے سے بالا اختیار ان کے ساتھ مشابہت پیدا ہو گئی ہے، یہ حرام تو نہیں البتہ کراہت سے بھی خالی نہیں، اور غیرت ایمانیہ کے تو بالکل خلاف ہے۔

چوتھا اصول: تکبر والا لباس نہ پہننا:

لباس تکبر اور بڑائی جتانے کے لیے نہ پہنے، یعنی ایسا لباس پہننا حرام ہے جس سے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہو جائے وہ لباس ٹاٹ ہی کا کیوں نہ ہو، مثلاً کوئی شخص ٹاٹ کا لباس پہنے اور مقصد یہ ہو کہ لوگوں کی نظروں میں بڑا اور درویش اور صوفی نظر آؤں پھر اس کی وجہ سے دوسروں پر اپنی بڑھائی کا خیال دل میں آجائے، اور دوسروں کی تحقر پیدا ہو جائے، تو ایسی صورت میں وہ ٹاٹ کا لباس بھی تکبر کا ذریعہ اور سبب بن جاتا ہے، اس لیے حرام ہے، حضرت علامہ مفتی تقی عثمان زید مجد ہم نے حضرت سفیان ثوری کا قول نقل فرمایا ہے کہ "تکبر کپڑے پہننے سے نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی حقارت دل میں لانے سے ہوتا ہے، اس لیے بعض اوقات ایک شخص یہ سمجھتا ہے میں بڑا تواضع والا لباس پہن رہا ہوں حقیقت میں اس کے اندر تکبر بھرا ہوتا ہے۔"

امام بخاری نے باب "من جر ثوبه من الخيلاء" کے ماتحت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ "أن رسول الله ﷺ قال: لا ينظر الله يوم القيامة إلى من جر إزاره بطرا"۔[16]

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں جو تکبر کی وجہ سے تہبند لگاتا ہو یا کوئی کپڑا بھی لگاتا ہو۔

صحیح بخاری میں ایک اور روایت ہے: قال رسول الله ﷺ: "بينما رجل يمشي في حلة تعجبه نفسه مرجل جمته إذا خسف الله به فهو يتجلجل إلى يوم القيامة"۔[17]

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا ایک آدمی حلہ (جوڑا) پہنے ہوئے جارہا تھا، عجب میں مبتلا تھا سر کے بالوں میں کنگھی کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دھنسا دیا اور وہ قیامت تک اس طرح دھنستا رہے گیا۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ جو لباس تکبر کی وجہ سے اختیار کیا جائے وہ ناجائز اور حرام ہے، بہر حال لباس شرعی ہونے کے لیے تکبر کا لباس نہ ہونا لباس شرعی کا چوتھا اصول ہے۔

پانچواں اصول: لباس ٹخنے چھپائے ہوئے نہ ہونا

مذکورہ بالا حدیث میں چونکہ کپڑے اور تہبند وغیرہ نیچے کی طرف لٹکا کر پہننے کو تکبر کی علامت قرار دیا گیا ہے، اس لیے یہاں ٹخنے چھپانے والے لباس کے متعلق قدرے تفصیل حسب ذیل پیش کی جاتی ہیں:

امام بخاری نے "کتاب اللباس" کے اندر باب "ما اسفل من الکعبین فھو فی النار" کے ماتحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل فرمائی ہے: عن أبي ہریرة رضی الله عنه أن النبی ﷺ قال: ما أسفل من الكعبين من إزار ففی النار". یعنی تہہ بند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے گھسیٹے وہ جہنم میں جائے گا۔

اور دوسری حدیث ابھی ابھی گزری ہے کہ "من جر ثوبه مخيلة لم ينظر الله إليه يوم القيامة". جو شخص اپنے کپڑے کو تکبر کے ساتھ نیچے گھسیٹے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو رحمت کی نگاہ سے دیکھیں گے بھی نہیں۔

ان احادیث میں بہت سی جگہ "ثوبہ" یعنی کپڑا یا لباس مطلق آیا ہے، بخاری کی پہلی حدیث میں اگرچہ لفظ ازار یعنی تہبند آیا ہے مگر ترجمۃ الباب کو مطلق چھوڑ کر امام بخاری نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث سے مقصد عموم ہے چاہے وہ ازار ہو یا جبہ یا قمیض ہو یا اور کوئی کپڑا غرض سب اس مسئلہ میں برابر ہیں۔

ابو داؤد کی روایت ہے: "قال رسول الله ﷺ: إزارة المسلم إلى نصف الساق ولا حرج ولا جناح فيما بينه وبين الكعبين وما كان أسفل من الكعبين فهو في النار"۔[18]

یعنی مسلمان کا تہہ بند نصف ساق (پنڈلی) تک ہونا چاہیے، تاہم نصف ساق اور ٹخنوں کے درمیان تک ہو تو کوئی حرج نہیں، ہاں ٹخنوں سے نیچے کا حصہ ہو وہ جہنم میں ہوگا۔

فائدہ: علامہ مفتی تقی عثمانی ٹخنوں سے نیچے کپڑے گھسیٹنے کی تاریخ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضور ﷺ کی بعثت کا زمانہ جاہلیت کا زمانہ تھا، اس وقت ٹخنے ڈھکنے اور ازار کو نیچے تک پہننے کا بڑا فیشن اور رواج تھا، اور اس کو قابل فخر اور اچھا سمجھا جاتا تھا، مدارس کے درس نظامی میں ایک کتاب "حماسہ" پڑھائی جاتی ہے، اس میں جاہلیت کے ایک شاعر اپنے حالات پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے: "اذا ما اصطبحت أربعا خط مئزری "یعنی میں جب صبح کے وقت چار جام شراب کے چڑھا کر نکلتا ہوں تو میرا ازار زمین پر لکیریں بناتا ہوا جاتا ہے، دیکھئے یہ اپنے اس طرز عمل کو اپنا قابل فخر کارنامہ بتا رہا ہے، لیکن جب حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ نے جس طرح جاہلیت کے اور طریقوں کو ختم فرمایا اسی طرح اس طریقہ کو بھی ختم فرمایا۔

حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی فرماتے تھے ہمارا یہ حال ہو گیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے فرمایا ٹخنے کھول دو ٹخنے سے نیچے کپڑا پہننا حرام ہے تو اس وقت ہم اس کے لیے تیار نہیں تھے، اور جب انگریزوں نے کہا کہ گھٹنا کھول دو اور نیکر پہن لو تو اب ہم گھٹنا کھولنے کو تیار ہو گئے، یہ کتنی بغیرتی کی بات ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ جب کفار مکہ سے مذاکرات کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو ان کے چچازاد بھائی نے جو ان کے ساتھ تھے، کہا کہ یہ آپ کا ازار ٹخنوں سے اونچا ہے، اور مکہ کے رؤساء اور سرداروں سے آپ مذاکرات کیلئے جا رہے ہیں وہ ایسے آدمی کو حقیر

سمجھتے ہیں لہٰذا تھوڑی دیر کے لیے اپنا ٹخنہ ڈھک لیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "لا ھکذا إزرۃ صاحبنا رسول اللہ ﷺ" نہیں یہ کام میں نہیں کر سکتا، اس لیے کہ میرے آقا ﷺ کا ازار ایسے ہی ہوتا ہے۔

مردوں کے ٹخنے ڈھکنا ہر حال میں ممنوع ہے:

مندرجہ بالا احادیث اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ شلوار پائجامہ، تہبند، کرتہ، وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا صرف مردوں کے لیے حرام اور ناجائز ہے، اور موجب وعید کی صورت پر عائد ہوگی، مگر اس بارے میں محدثین اور فقہاء کے مابین بڑا اختلاف رہا ہے کہ یہ ممانعت کیا ہر حال میں وارد ہوگی یا صرف تکبر کی صورت میں لٹکانے اس بارے میں تحقیقی گفتگو آگے لباس مسنون کے ضمن میں اسبال ازار کی بحث میں کی جائے گی، یہاں صرف مولانا تقی عثمانی صاحب کا وہ محققانہ فیصلہ نقل کرنے کو کافی سمجھتا ہوں، جو انہوں تکملہ فتح الملہم میں تحریر فرمایا ہے جس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"تمام روایات اور متعلقہ بحثوں کو سامنے رکھنے کے بعد میرے نزدیک جو بات زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حقیقتہ ہی "خیلاء" کے ساتھ اس معنی میں مقید نہیں کہ جب تک آدمی کو تکبر ہونے کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک "جر ازار" کر سکتا ہے، بلکہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ممانعت کی اصل وجہ تکبر ہی ہے، لیکن تکبر کی (قید) بطور حکمت ہے، نہ کہ بطور علت (حکم علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے، نہ کہ حکمت کے ساتھ) یعنی عام طور پر تکبر کی وجہ سے اسبال ازار کیا جاتا ہے، گویا کہ اس مانعت کا اصل مدار تکبر پر تھا، لیکن تکبر ایک امر مخفی (غیر منضبط) ہے اس کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے، کہ فلاں شخص یہ عمل تکبر کی وجہ سے کر رہا ہے، اور فلاں شخص وہی عمل بغیر تکبر کے کر رہا ہے، ایسے موقع پر شریعت کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ حکم کا مدار ایسے امور پر رکھنے کی بجائے کسی ظاہر اور منضبط علامت پر اس کا مدار رکھا جاتا ہے، کہ جب یہ علامت پائی جائے گی تو سمجھا جائے گا کہ وہ علت پائی گئی ہے اور وہ علت پائی جانے کے نتیجے میں حکم پایا گیا ہے، مثلاً سفر میں قصر کرنے کی اصل علت مشقت ہے، لیکن مشقت کا پتہ لگانا مشکل ہے، کہ کہاں مشقت پائی گئی اور کہاں نہیں پائی گئی، اور نہ ہی اس کو منضبط کیا جا سکتا ہے، کہ کتنی مقدار مشقت منضبط موجب قصر ہے، اور کتنی مقدار موجب قصر نہیں، اور کس کو مشقت ہوئی اور کس کو نہیں، اس لیے قصر کے حکم کا مدار اس پر رکھنے کے بجائے علامت پر رکھ دیا گیا، اور وہ علامت مسافت سفر ہے لہذا جب بھی مسافت سفر پایا جائے گا، تو یہ سمجھا جائے گا کہ قصر کرنا واجب ہے۔

اسی طرح یہاں پر ممانعت اسبال ازار کا اصل مدار تکبر پر تھا لیکن تکبر امر مخفی اور غیر منضبط ہے اور پتہ نہیں لگتا کہ تکبر پایا گیا کہ نہیں، اور بعض اوقات خود متکبر کو پتہ نہیں لگتا، کہ میں تکبر میں مبتلا ہوں اس لیے اس ممانعت کا مدار اس کی علامت پر کر دیا گیا ہے، اور وہ علامت اور علت ٹخنوں سے نیچے ازار کا ہونا ہے، پس جب بھی یہ علامت پائی جائے گی تو سمجھیں گے، کہ تکبر ہے الا یہ کہ کسی دلیل خارجی سے اس تکبر کی نفی ہو جائے، مثلاً یہ کہ کسی شخص کا ازار غیر ارادی طور پر ڈھلک جاتا ہو، چونکہ ازار کا ڈھلکنا اس کے اختیار سے نہیں ہوا، بلکہ غیر اختیاری طور پر ہوا اس لیے یہ کہا جائے گا کہ یہ تکبر سے نہیں ہوا، اس لیے کہ تکبر اختیاری شئے ہے، اور اس میں اختیاری مفقود ہے، چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں جو بات ہوتی تھی وہ یہ تھی کہ غیر ارادای طور پر ازار ڈھلک جاتا تھا اور تکبر امر اختیاری ہے اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: "إنك لست ممن جر ثوبه خيلاء"، لیکن جہاں کوئی شخص اپنے اختیار سے ازار نیچے لٹکائے اگرچہ اس کو عدم تکبر

کا دعویٰ ہو، تاہم وہ ہر حال میں ناجائز اور مکروہ تحریمی ثابت ہو گا۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہ آگے فرماتے ہیں، مجھے جو بات اس بارے میں سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ کہ اس سلسلہ میں دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں: ایک یہ کہ کوئی شخص کتنے سے کتنا ہی متکبر ہو وہ کبھی اپنی زبان سے اقرار نہیں کرے گا، کہ میں تکبر کرتا ہوں اگر وہ اقرار کرے گا تو وہ متکبر ہی نہیں، تکبر وہی شخص کرتا ہے جسے تکبر کا اعتراف نہیں ہوتا، پھر تو یہ حکم کہ تکبر ہو تو ناجائز اور حرام تکبر نہ ہو تو عمل جائز ہے کہنا بے معنی اور بے سود ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اگر دنیا میں کسی شخص کے بارے میں تکبر کی نفی کا یقین ہو سکتا ہے تو وہ صرف ایک ہی ذات یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے لیے ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا جائز ہونا چاہیے تھا، لیکن ازار کو ٹخنوں سے اونچا رکھنے کی سب سے زیادہ پابندی اسی ذات، یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے، لہٰذا اگر اس ممانعت کا مدار تکبر پر ہوتا اور عدم تکبر کی صورت میں یہ عمل جائز ہوتا تو حضور اکرم ﷺ اپنی پوری زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ تو بیان جواز کے لیے ایسا کرتے، لیکن پوری عمر میں ایک مرتبہ بھی ایسا کرنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حدیث میں تکبر کا جو ذکر آیا ہے وہ بطور حکمت کے آیا ہے، نہ کہ بطور علت، اور حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے، حکمت پر نہیں ہوتا۔

چھٹا اصول: لباس میں مرد و عورت ایک دوسرے سے ممتاز رہیں:

مرد کا لباس عورتیں نہ پہنیں اور عورتوں کا لباس مرد نہ پہنیں، یعنی لباس کے ذریعہ مرد عورتوں کی مشابہت اختیار نہ کریں اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کریں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی جو عورتوں کی سی صورت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں کی سی صورت اختیار کرتی ہیں، یعنی لباس و زینت کی جو چیزیں عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، مردوں کو وہ نہیں اختیار کرنی چاہیے، اسی طرح جو ہیئت اور وضع قطع مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، اس کا عورتوں کے لیے اختیار کرنا درست نہیں۔

امام بخاری نے اس بارے میں دوسرا باب "باب اخراج المتشبھین بالنساء من البیوت" کے ماتحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل فرمائی ہے:

"لعن النبي صلى الله عليه وسلم المتخشين من الرجال والمترجلات من النساء وقال أخرجوهم من بيوتكم"۔[19]

یعنی حضور ﷺ نے مخنث مردوں اور مردوں کی صورت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا: ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔

ان احادیث سے واضح ہے کہ مردوں کے لیے علیحدہ خاص قسم کا لباس ہونا چاہیے جو عورتیں ہرگز استعمال نہ کریں، اور عورتوں کے لیے علیحدہ لباس ہونا چاہیے جو مرد ہرگز استعمال نہ کریں، ہر ایک کی وضع قطع میں امتیاز رہے، ایک دوسرے کی مشابہت ہرگز اختیار نہ کریں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے دو جنس کو الگ الگ تخلیق فرمایا ہے، فطرت، طبائع، مذاج و مذاق کے اعتبار سے دونوں جنسیں الگ الگ ہیں، لہٰذا لباس میں بھی دونوں کو الگ رہنا چاہیے، ورنہ فتنہ اور فساد سے ابن آدم دوچار ہر کر رہیں گے، ایک نوجوان عورت مردوں کا لباس پہن کر جس آسانی سے بے پردگی اور مردوں سے اختلاط کر سکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں، اسی طرح کوئی مرد عورتوں کا لباس پہن کر جس آسانی سے عورتوں میں داخل ہو سکتا ہے، وہ بھی محتاج بیان نہیں، پھر ان دونوں صورتوں میں فتنہ، اور فساد، زنا اور فحش کا جو بازار کھلے گا، وہ بہت ہی حطرناک ہو گا، اس وجہ سے

رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس کے بارے میں اصول یہ قائم فرمایاہے کہ مرد عورتوں کے لباس نہ پہنیں اور عورتیں مردوں کے لباس نہ پہنیں، یہ دونوں صنف لباس کے اندر بھی الگ تھلگ رہیں۔

دور حاضر میں مسلمان نوجوان مرد وعورت اس بلا میں بکثرت مبتلا ہو رہے ہیں، اگر شرعی لباس کے اصول اپناتے ہوئے پوشاک اختیار کرتے تو حالات اس حد تک ہر گز نہ پہنچتے۔" واللہ یعصم من یشاء" اللہ تعالیٰ پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں۔

ساتواں اصول: مرد کالباس حریر وریشم کانہ ہونا

کہ مردوں کا لباس کسی قسم کے ریشم اور حریر سے بناہوا نہ ہونا شرعی لباس کا ایک اصول ہے، حدیث پاک میں ریشم کے لباس پہننے پر وعید آئی ہے۔

عن عثمان قال: ''کتب إلینا عمر رضی اللّٰہ عنه ونحن بأذربیجان أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن لبس الحریر إلا هکذا وصف لنا إلی أصبعیه ورفع زهیر الوسطی والسبابة"۔[20]

یعنی اللہ کے رسول نے ریشم پہننے سے منع فرمایاہے مگر تھوڑی سی مقدار اور حضور ﷺ نے انگلی کے اشارے سے اس مقدار جواز کی تشریح فرمائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیامیں کوئی ریشم کا کپڑا نہ پہنے ورنہ آخرت میں ریشم کے کپڑے سے اس کو کچھ نہیں ملے گا۔یعنی رسول ﷺ نے فرمایادنیامیں ریشم کا کپڑا وہ پہنے گا جس کو آخرت میں ریشم کا کوئی حصہ ملنے کا نہیں ہے۔

عن أبي موسی الأشعری أن رسول الله صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: حرم لباس الحریر والذهب علی ذکور أمتي وأحل لأناثه"۔[21]

ترجمہ: حضرت ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایامیری امت کے مردوں پر ریشم اور سونا پہنناحرام کر دیایاہے، البتہ ان کی عورتوں کے لیے یہ دونوں چیزیں حلال ہیں۔

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سوناچاندی اور ریشم دنیامیں کفار کے لیے اور تمہیں آخرت میں ملے گی۔ فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے: زبیر بن العوامؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ کو خارش وغیرہ کی وجہ سے ریشمی لباس استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

ایک فقہی نظر:

مندجہ بالا احادیث کی روشنی میں سمجھ لینا چاہیے کہ مردوں کے لیے ریشم کا استعمال عام حالت میں ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق ناجائزہے اور حالت اضطراری میں بالاتفاق جائزہے۔ البتہ بیماری اور جنگ وسفر وغیرہ میں حریر خالص والالباس مردوں کے لیے استعمال کرناجائز ہے، یانہیں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بیماری اور جنگ کی حالت میں بھی حریر خالص کا استعمال جائز نہیں ہے۔ امام شافعیؒ امام احمد اور حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک ان صورتوں میں خالص ریشمی لباس مردوں کے لیے جائزہے، اور یہ حضرات مذکورہ بالا حدیث جس میں حضرت زبیرؓ اور عبدالرحمنؓ کے لیے اجازت دینے کا ذکر ہے، اس سے استدلال کرتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں ریشمی لباس استعمال کی ممانعت مطلقاً وارد ہوئی اور حضرت عبدالرحمنؓ اور حضرت زبیرؓ کی روایت کو ان کی حالت اضطراری یاان کی خصوصیت پر محمول کرتے ہیں، خصوصیت ثابت کرنے کے لیے ابن عساکر کیاس روایت سے استدلال

کرتے ہیں جو حضرت محمد بن سیرین سے منقول ہے۔یعنی حضرت فاروق اعظم نے حضرت خالد بن ولید کو ایک ریشمی قمیص پہنتے دیکھا، پوچھا یہ کیوں؟ انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی یہ روایت ذکر کی تو حضرت فاروق اعظم نے فرمایا: "أو لك مثل ما لعبد الرحمن "یعنی کیا آپ کو بھی اس طرح رخصت حاصل ہے جیسے عبدالرحمن کو حاصل تھی؟ اور پھر اس قمیص کو پھاڑ دیا۔

مردوں کے لیے ریشمی لباس کی جائز مقدار کیا ہے

چار انگلیوں کے بقدر یا اس سے کم مقدار تک لباس میں ریشم کا استعمال جائز ہے، کیونکہ چار انگلیوں کی رخصت خود حدیث میں وارد ہے۔ بخاری کے حوالے سے اوپر جو حدیث گزری ہے اس میں دو انگلی وسطیٰ اور سبابہ کے ذریعہ اشارہ کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا دو انگلیوں کی بقدر استعمال کی اجازت ہے چنانچہ روایت میں آتا ہے:"إلا هكذا وصف النبي صلى الله عليه وسلم أصبعيه ورفع زهير الوسطى والسبابه"، مگر دوسری ایک حدیث سے چار انگشت کی شہادت معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ صاحب فتح القدیر نے بیان فرمایا، یاد رہے کہ یہ حکم خالص ریشم کا ہے اگر کوئی کپڑا ایسا ہے کہ اس میں ریشم خالص نہیں بلکہ اون وغیرہ کے ساتھ ملا ہوا ہے، جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں غالب کا اعتبار ہو گا ریشم غالب ہے تو ناجائز ہے اور مغلوب ہے تو جائز۔ اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ایسا کپڑا جس کا سدی (تانا) ریشم کا ہو اور لحمہ (بانا) غیر ریشم کا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے، کیونکہ کپڑا بننے میں اصل لحمہ (بانا) ہے سدی (تانا) نہیں ہے، (لمبائی میں جو دھاگہ ہوتا ہے اسے تانا اور چوڑھائی میں جو دھاگہ ہوتا ہے اسے بانا کہتے ہیں)۔ بہر حال لباس شرعی کا ساتواں اصول یہ ہے کہ وہ لباس ریشم سے بنا ہوا نہ ہو جس کی تفصیل اوپر مذکور ہے اور یہی حکم صرف مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے ریشم کی اجازت ہے۔

آٹھواں اصول: ممنوع رنگ والا لباس نہ ہونا

لباس شرعی کے لیے مشروع رنگ دار ہونا شرط ہے نہ ممنوع رنگ والا ہونا، چنانچہ زعفران میں رنگے ہوئے یا زرد یا کسم رنگ کا لباس مکروہ تحریمی ہے اور سرخ اور گہرے زرد کے کپڑے بھی ناپسند ہیں، یہ حکم حدیث میں مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، عورتیں اس سے مستثنٰی ہیں۔یعنی نبی کریم ﷺ نے زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے استعمال کرنے سے مردوں کو منع فرمایاہے۔ نبی کریم ﷺ نے محرم کے ورس اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمادیا۔

(نوٹ) اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ صرف محرم کے لیے منع ہے، پھر غیر محرم کے لیے جائز ہو گا، مگر پہلی حدیث میں چونکہ مطلقاً منع وارد ہے، لہذا دوسری حدیث میں محرم کی قید سمجھی جائے گی، یعنی محرم اور غیر محرم سب اس کے لیے اس جیسے رنگ دار کپڑے ممنوع اور ناجائز شمار ہوں گے۔ ممنوع رنگ دار لباس کی قدرے تفصیل آگے پیش کی جاتی ہے۔

زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کا حکم

امام مالک کے نزدیک زعفران میں رنگے ہوئے لباس کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے، کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے استعمال فرماتے تھے، اور حضرات حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کا استعمال ممنوع اور ناجائز ہے، یعنی مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس کے استعمال پر نہی وادر ہوئی ہے۔ حلال و حرام کے مسئلے میں احتیاط نہی کو اختیار کرنے میں ہے۔[22]

جمہور کی دلیل مذورہ بالا پہلی حدیث ہے، اس میں تزعفر کا لفظ وارد ہے، جس کا مطلب زعفران میں رنگین کپڑے۔

امام مالک کی دلیل مؤطامالک کی روایت ہے، جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ "کان یلبس الثوب المصبوغ بالزعفران"۔یعنی حضرت عبداللہ بن عمرزعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، مذکورہ ان دونوں قسموں کی روایت میں تعارض ہے، اس کے جواب میں شارح ہدایہ علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں کہ جمہور نے محرم کو مبیح پر ترجیح دیتے ہوئے نہی کا عمل کیا اگرچہ اباحت کی روایت بھی موجود ہے۔[23]

حوالہ جات

[1] القرآن، سورہ اعراف:22

[2] القرآن، سورہ اعراف: 62

[3] القرآن، سورہ اعراف: 13

[4] ابوجعفر محمد بن جریر طبری، تفسیر طبری، دار المعرفۃ، بیروت، ج5، ص461

[5] سلیمان بن احمد طبرانی، المعجم الاوسط، دار احیاء التراث العربی بیروت، ج6، ص80

[6] القرآن، سورہ اعراف: 23

[7] ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی، سنن النسائی، دارالمعرفہ، ج8، ص691، رقم الحدیث: 4925

[8] سلیمان بن اشعث سجستانی ،سنن ابو داؤد، دار الکتب العلمیۃ ، ج4، ص90، حدیث نمبر:3604

[9] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج2، ص971

[10] سلیمان بن اشعث سجستانی ،سنن ابو داؤد، دار الکتب العلمیۃ ، ج2، ص144، حدیث نمبر:1304

[11] مفتی تقی عثمانی، اصلاحی خطبات، مکتبہ دار العلوم کراچی، ج5، ص82

[12] القرآن، سورہ التغابن، آیت 22

[13] سلیمان بن اشعث سجستانی ،سنن ابو داؤد، دار الکتب العلمیۃ ، ج2، ص254، حدیث نمبر:8704

[14] ایضا، ج1، ص247، حدیث نمبر5442

[15] امام احمد بن حنبل، مسند احمد، دار احیاء التراث العربی بیروت، ج3، ص343، حدیث نمبر1791

[16] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج7، ص141، حدیث 1545

[17] ایضا، ج7، ص241، رقم الحدیث:2545

[18] سلیمان بن اشعث سجستانی ،سنن ابو داؤد، دار الکتب العلمیۃ ، ج6، ص191، حدیث نمبر:3904

[19] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج7، ص159، حدیث 5548

[20] ایضا، ج7، ص160، رقم الحدیث5491

[21] ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی، جامع الترمذی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج4، ص712، رقم الحدیث:1720

[22] محمد زکریا کاندہلوی، اوجزالمسالک، دارالقلم، لاہور، ج14، ص143

[23] امام مالک بن انس اصبحی، مؤطا امام مالک، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج2، ص119